سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رض

طالب الہاشمی

حضرت عمّار بن یاسرؓ — طیّب المطیّب

حضرت عمّار بن یاسرؓ ـــ طیّب المطیّب

۱

سرورِ عالم ﷺ ایک دن اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے، اتنے میں تنومند، دراز قد کشادہ سینے اور نرگسی آنکھوں والے ایک وجیہ شخص نے آپؐ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ان کی آواز سن کر رحمتِ عالم ﷺ کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا:

''مرحبا بالطیّب المطیّب''

(خوش آمدید! پاکیزہ مصفّا انسان)

یہ صاحبِ رسولؐ جن کو سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نے ''طیّب المطیّب'' کے مہتم بالشان لقب سے نوازا، سیدنا حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔

۲

سیدنا حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسرؓ کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابۂ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ ان کے والد یاسر بن عامرؓ اور والدہ سمیہؓ بنتِ خیاط کو بھی شرفِ صحابیت حاصل تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن لوذیم (ودیم) بن عوف بن عامر الاکبر بن یام بن عنس۔

حضرت عمّارؓ کے والد حضرت یاسرؓ بن عامر قحطانی النسل تھے اور یمن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنے مفقود الخبر بھائی کی تلاش کرتے ہوئے مکہ میں وارد ہوئے۔ ان کے دو بھائی مالک اور حارث بھی ساتھ تھے۔ جب ان کا گمشدہ بھائی مکہ میں نہ ملا تو مالک اور حارث تو واپس لوٹ گئے لیکن یاسرؓ بن عامر نے ابوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی سے حلیفانہ تعلقات قائم کر کے مکہ ہی میں مستقل اقامت اختیار کرلی۔ یہ بعثتِ نبوی سے تقریباً پینتالیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ ابوحذیفہ بن المغیرہ نے اپنی لونڈی سُمیّہؓ بنتِ خباط کی شادی حضرت یاسرؓ بن عامر سے کردی۔ ان کی صُلب سے حضرت سُمیّہ کے دو بیٹے عمّارؓ اور عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ ابوحُذیفہ نے اس سارے خاندان کو بڑی لطف و محبت سے رکھا۔ اس کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حضورؐ کی بعثت ہوئی اور آپؐ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو اس سعید الفطرت خاندان کے تمام افراد نے بعثت کے ابتدائی زمانے ہی میں حضورؐ کی دعوت پر لبّیک کہا۔ ان کے قبولِ اسلام کا صحیح زمانہ کون سا تھا؟ اس کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ حضرت عمّارؓ نے بعثت کے ابتدائی تین سالوں کے اندر کسی وقت اسلام قبول کیا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمّارؓ نے مشرّف بہ ایمان ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے علاوہ صرف پانچ غلاموں اور دو عورتوں کو سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ دیکھا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمّارؓ کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے سے پہلے صرف سات نُفُوس نے اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن حافظ ابنِ حجرؒ نے ''فتح الباری'' میں اور علاّمہ ابنِ اثیرؒ نے ''اُسدُ الغابہ'' میں لکھا ہے کہ فی الحقیقت اس وقت تیس سے کچھ زیادہ نفوس مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے البتہ مشرکین کے خوف سے انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سرورِ عالم ﷺ رازداری کے ساتھ فریضۂ تبلیغ ادا فرما رہے تھے اور ابھی دعوتِ عام کی ابتدا نہیں کی تھی۔

ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمّارؓ کے قبولِ اسلام کے وقت سرورِ عالم ﷺ حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت صہیبؓ بن سنان رومی نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا۔ خود حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ میں نے صہیبؓ کو ارقم بن ابی ارقم کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا، تم کس ارادے سے آئے ہو؟ صہیبؓ بولے، پہلے تم اپنا مقصد

بیان کرو۔ میں نے کہا، میں محمد (ﷺ) سے مل کر ان کی باتیں سننا چاہتا ہوں۔ (ان کی دعوت کا حال جاننا چاہتا ہوں)۔صہیبؓ نے کہا، میرا بھی یہی مقصد ہے۔ چنانچہ ہم دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے مل کر اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عمار کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ان کے والدین اور بھائی بھی مشرف بہ ایمان ہوگئے۔

ابنِ سعدؒ کہتے ہیں کہ ابوحذیفہ نے حضرت عمارؓ کو ان کے بچپن ہی میں آزاد کردیا تھا لیکن حضرت سمیہؓ کو اپنی غلامی ہی میں رکھا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے ورثا (ابوجہل وغیرہ) کی غلامی میں آ گئی تھیں۔ حضرت عمارؓ کے بھائی عبداللہؓ کے بارے میں کسی نے وضاحت نہیں کی کہ وہ بھی آزاد کردیے گئے تھے یا غلام ہی تھے۔ بہرصورت یہ خاندان، بنومخزوم سے وابستہ تھا۔ اہلِ حق کے لیے یہ بڑا پُرآشوب زمانہ تھا مکہ کا جو شخص اسلام قبول کرتا، مشرکینِ قریش کے غیظ وغضب اور جور وتعدّی کا نشانہ بن جاتا تھا۔ مشرکین اس معاملے میں اپنے قریب ترین عزیزوں کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ان غریب الوطن اور بے یار ومددگار باپ بیٹوں اور حضرت سُمَیّہ پر مشرکین نے قبولِ اسلام کے جرم میں ایسے ایسے لرزہ خیز مظالم ڈھائے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ حضرت یاسرؓ اور حضرت سُمَیہ دونوں بہت ضعیف اور کبیر السن تھے لیکن کفّار کی تمام سختیوں کے باوجود ان کے قدم جادۂ حق سے لمحہ بھر کے لیے بھی نہ ڈگمگائے۔ یہی حال ان کے بیٹوں کا تھا۔ ان مظلوموں کو لوہے کی زرہیں پہنا کر مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لٹانا اور ان کی پشت کو انگاروں سے داغنا کفّار کا روز کا معمول بن گیا تھا لیکن وہ نشۂ توحید میں ایسے مخمور تھے کہ راہِ حق سے ہٹنے کا نام بھی نہ لیتے تھے۔

بلاذُریؒ نے حضرت اُمِّ ہانیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن جب یہ چاروں نفوسِ قدسی کفّار کے ہاتھوں لرزہ خیز اذیتیں جھیل رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا اُدھر سے گزر ہوا، ان کو مبتلائے اذیت دیکھ کر آپؐ کو سخت رنج ہوا اور آپؐ نے فرمایا:

''صبر کرو اے آلِ یاسر تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔''

ابنِ سعدؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عثمانؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس مقام سے گزرا جہاں اس خاندان کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا:

''صبر کرو۔ یا اللہ آلِ یاسر کی مغفرت فرمادے اور تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی۔''

بوڑھے یاسرؓ یہ ظلم سہتے سہتے ایک دن جاں بحق ہوگئے۔ پھر ایک دن ابوجہل نے حضرت سُمیّہؓ کے نازک مقام پر اپنا برچھا کھینچ مارا جس کے صدمہ سے وہ شہید ہوگئیں۔ عہدِ رسالت کی یہ پہلی شہادت تھی جو راہِ حق میں واقع ہوئی۔ ظالم ابوجہل نے حضرت عبداللہؓ بن یاسرؓ کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔ اب صرف عمارؓ باقی رہ گئے تھے ان کو اپنی والدہ کی مرگِ بیکسی پر سخت صدمہ ہوا۔ روتے ہوئے سرورِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سنا کر عرض کیا:

''یارسول اللہ اب تو ظلم کی انتہا ہوگئی۔''

حضورؐ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

''اے اللہ آلِ یاسر کو دوزخ سے بچا۔''

والدین اور بھائی کی شہادت کے بعد بھی حضرت عمارؓ بدستور کفار کی مشقِ ستم کا نشانہ بنے رہے۔

ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمارؓ کو کرتہ اتارے ہوئے دیکھا تو ان کی پیٹھ پر داغ ہی داغ نظر آئے، پوچھا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ اس عذاب کے نشانات ہیں، جو مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر مجھے دیے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا۔ سرورِ عالم ﷺ اُدھر سے گزرے تو ان کے سر پر دست مبارک پھیرا اور فرمایا:

''اے آگ عمار پر اس طرح ٹھنڈی ہو جا جس طرح تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوئی تھی۔''

ایک مرتبہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو پانی میں اس قدر غوطے دیے کہ وہ بالکل بدحواس ہوگئے یہاں تک کہ ان ظالموں نے ان کی زبان سے ایسے نازیبا کلمے کہلوا لیے، جن میں حضورؐ کا انکار اور بتوں (مشرکین کے معبودوں) کی تعریف تھی۔ جب ان بدبختوں سے جان چھوٹی تو روتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے پوچھا، کیا بات ہے تمہارے پیچھے کیا چیز لگی ہوئی ہے کہ رو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا:

''بہت بڑی برائی یارسول اللہ، مجھے ان ظالموں نے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ میں نے آپؐ کے حق میں نازیبا کلمہ نہیں کہا اوران کے معبودوں کے حق میں ذکر خیر نہیں کیا۔''

حضورؐ نے پوچھا، تم اپنے دل کی کیا کیفیت پاتے ہو؟

عرض کیا، ''یارسول اللہ، میرا دل تو بفضلہٖ تعالیٰ ایمان باللہ و ایمان بالرسولؐ کے ساتھ مطمئن ہے۔

حضورؐ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور فرمایا:

''کچھ مضائقہ نہیں، اگر آئندہ بھی وہ تمہاری اذیت کے درپے ہوں اور اس قسم کا مطالبہ کریں تو جان بچانے کے لیے ایسا کرلینا۔''

متعدد مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۃ النّحل کی یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ۔ (النحل:۱۰۶)

یعنی جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔ (اس سے مواخذہ نہ ہوگا)۔

۳

حضرت عمّارؓ ہجرت الی المدینہ تک مسلسل مکہ میں رہ کر کفّار کے مظالم برداشت کرتے رہے یا اس دوران میں کچھ عرصہ کے لیے حبشہ چلے گئے، اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ وہ دوسری ہجرتِ حبشہ (۶ بعدِ بعثت) میں حضورؐ کے ایماء پر حبش چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد مکہ واپس آ گئے لیکن جمہور ارباب سِیَر نے دوسری ہجرتِ حبشہ کے مہاجرین کی جو فہرست دی ہے اس میں حضرت عمارؓ کا نام شامل نہیں ہے۔ بہرصورت اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عمارؓ ان صحابۂ کرامؓ میں ہیں، جنہوں نے ہجرتِ نبوی سے کچھ عرصہ (ایک دو ماہ) پہلے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ صحیح بخاری کے مطابق جو نفوسِ قدسی سب سے پہلے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱- حضرت ابوسلمہ عبداللہؓ بن عبدالاسد مخزومی۔

۲- حضرت عامرؓ بن ربیعہ عنزی۔

۳- (حضرت عامرؓ کی اہلیہ) حضرت لیلیٰؓ بنتِ ابی حثمہ۔

۴- حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔

۵- حضرت عمّار بن یاسرؓ

۶- حضرت بلالؓ بن رباح

حضرت عمارؓ پہلے قبا میں وارد ہوئے جہاں قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر نے انہیں اپنا مہمان بنایا یہاں تک کہ سرورِ عالم ﷺ نے بھی مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں نزولِ اجلال فرمایا۔ حضورؐ نے مسجدِ قبا کی تاسیس فرمائی تو حضرت عمارؓ نے بھی دوسرے صحابہؓ کے ساتھ اس کی تعمیر میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا۔ امام حاکمؒ نے اپنی ''مستدرک'' میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ مسجد قبا سے مدینہ آ گئے۔ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمارؓ کو مدینہ میں مستقل سکونت کے لیے ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا۔ قیاس یہ ہے کہ یہ قطعۂ زمین انہیں ہجرت کے فوراً بعد نہیں بلکہ کچھ عرصہ بعد عنایت کیا گیا کیونکہ حضرت عمارؓ کچھ مدت اصحابِ صفّہ میں بھی شامل رہے۔

مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے کچھ عرصے بعد سرورِ عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں برادری (مؤاخاۃ) قائم کی تو حضرت عمّارؓ کو حضرت حُذَیفہؓ بن الیمانؓ کا اسلامی بھائی بنایا۔

حضورؐ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز فرمایا تو سب صحابۂ کرامؓ نے اس کام میں بڑے جوش وخروش سے حصہ لیا۔ خود سید کونین ﷺ دوسروں کی طرح برابر گارا اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ صحابۂ کرامؓ منتیں کرتے تھے کہ حضورؐ یہ زحمت گوارا نہ فرمائیں ہم یہ کام کرلیں گے۔ لیکن آپؐ نے اس کو منظور نہ فرمایا۔

اس موقعے پر حضرت عمارؓ اینٹیں اور گارا لا کر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

نحن المسلمون نبنی المساجدا

ہم مسلمان ہیں ہم مسجد بناتے ہیں

صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ:

''ہم ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور عمار دو دو، رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے، ہائے عمار۔ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ (بخاری جلد ۱، کتاب الصلوٰۃ باب التعاون فی بناء المسجد) (۱)

طبقات ابنِ سعدؒ میں ہے کہ ایک دن کسی نے حضرت عمارؓ کے سر پر اتنا بوجھ لاد دیا کہ لوگ چلّا اٹھے ''یہ بوجھ عمار کو مار ڈالے گا۔'' وہ پہلے بھی ایسی شکایت کر چکے تھے (کہ ان پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ لاد دیا جاتا ہے) سرورِ عالم ﷺ نے سنا تو کچھ اینٹیں اتار کر پھینک دیں اور فرمایا:

''افسوس ابنِ سُمَیّہؓ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

(۴)

حضرت عمار راہِ حق کے ایک جانباز سپاہی تھے اور سرورِ عالم ﷺ سے ان کی عقیدت اور محبت عشق کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں اپنے آقا و مولا ﷺ کے ہمرکاب رہے اور ہر غزوے میں جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑے۔ عہدِ رسالت کا شاید ہی کوئی شرف ایسا ہو، جو انہیں حاصل نہ ہوا ہو۔ مشہور غزوات کے علاوہ حضرت عمارؓ بعض چھوٹی چھوٹی مہموں میں بھی شریک ہوئے۔ سید الانام ﷺ ان کے اخلاص فی الدّین اور

---

(۱) مولوی سعید انصاری مرحوم نے اپنی کتاب سیر الصحابہ جلد دوم میں اس روایت پر تنقید کی ہے اور اس کے بعض راویوں کی ثقاہت میں کلام کیا ہے لیکن جمہور اربابِ حدیث، سِیَر مغازی و تاریخ نے اپنی کتابوں میں الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ اس حدیث کو تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث کتاب الجہاد (باب مسح، اخبار عن الراس فی السبیل) میں بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ مسلم، مسند احمد، ترمذی، نسائی، طبرانی، بیہقی، مسندِ ابوداؤد، طیالسی وغیرہ کتبِ حدیث میں بھی اس مضمون کی روایات موجود ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص، حضرت ابورافعؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت ابوقتادہ انصاریؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں۔ چونکہ احادیث کی جرح و تعدیل یا مشاجراتِ صحابہؓ پر بحث کرنا ہمارے موضوعِ گفتگو سے خارج ہے اس لیے کسی روایت کی کوئی تاویل کرنا یا اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا ہم قارئین کی صوابدید اور تحقیق پر چھوڑتے ہیں۔

جذبۂ فدویت کا اعتراف فرماتے تھے اور ان کا بہت اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولید کو ایک مہم کا امیر بنا کر بھیجا۔ ان کے ماتحت لشکر میں حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی شامل تھے۔ یہ لشکر روانہ ہوا اور اس قبیلے کے قریب پہنچ گیا، جس سے صبح جنگ کرنی تھی اور رات کے آخری حصے میں وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس قبیلے کو کسی شخص نے مسلمانوں کی آمد کی اطلاع دے دی۔ وہ لوگ بھاگ گئے، البتہ ایک آدمی وہیں ٹھہرا رہا کیونکہ وہ اور اس کے گھر والے اسلام لا چکے تھے۔ (بہ نظرِ احتیاط) اس کے اہلِ خانہ نے بھی (فرار کے لیے) سواریوں پر سامان لاد لیا لیکن اس شخص نے ان سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور میری واپسی کا انتظار کرو۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں آ کر حضرت عمارؓ سے ملا اور ان سے کہا ''اے ابوالیقظان میں اور میرے گھر والے اسلام لا چکے ہیں کیا یہ بات مجھے نفع پہنچائے گی؟ میری قوم تو تم لوگوں کی آمد کا سن کر بھاگ گئی۔'' حضرت عمارؓ نے اس سے کہا، تو ٹھہر جا تجھے امن ہے۔ چنانچہ وہ آدمی اور اس کے گھر والے اپنی بستی ہی میں ٹھہر گئے۔ علی الصباح حضرت خالدؓ نے اس بستی پر چڑھائی کی، دیکھا کہ سب لوگ بھاگ گئے ہیں۔ انہوں نے اس آدمی اور اس کے گھر والوں کو پکڑ لیا۔ حضرت عمارؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ تمہیں اس آدمی سے کوئی تعرض نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسلام لا چکا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا تمہیں اس آدمی سے کیا واسطہ، کیا تم اسے پناہ دو گے حالانکہ امیرِ لشکر میں ہوں۔

حضرت عمارؓ نے فرمایا، ہاں میں پناہ دوں گا خواہ تم امیر ہو، یہ آدمی ایمان لا چکا ہے اور اگر چاہتا تو یہ بھی اسی طرح بھاگ جاتا جس طرح اس کی قوم بھاگ گئی۔ میں نے ہی اس کے اسلام کی وجہ سے اس کو یہاں ٹھہرنے کا مشورہ دیا ہے، اس معاملے نے تلخ کلامی کی صورت اختیار کر لی۔ جب یہ لشکر واپس مدینہ آیا تو حضرت خالدؓ اور حضرت عمارؓ دونوں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمارؓ نے سارا واقعہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؐ نے حضرت عمارؓ کے امن دینے کو برقرار رکھا البتہ ہدایت فرمائی کہ آئندہ کوئی شخص امیر (کے مشورہ یا اجازت) کے خلاف کسی کو پناہ نہ دے۔ اس کے بعد پھر ان دونوں میں آپؐ کے سامنے تیزی ترشی ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے غیظ و غضب کی حالت میں کہا، یا رسول اللہ آپؐ کے سامنے یہ غلام مجھے سخت سست کہہ رہا ہے خدا کی قسم اگر آپؐ نہ ہوتے تو اس کو یہ جرأت نہ ہوتی۔

حضورؐ نے فرمایا، ''خالد عمار سے رُک جاؤ، جو عمار کو بُرا کہتا ہے اللہ اس کو بُرا کہتا ہے، جو عمار کو مبغوض رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے اور جو عمار کی تحقیر کرتا ہے اللہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔''

اس کے بعد حضرت عمارؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چل دیے۔ حضرت خالدؓ بن ولید ان کے پیچھے لپکے اور ان کے کپڑوں کو پکڑ لیا پھر ان کو منانے لگے یہاں تک کہ حضرت عمارؓ ان سے راضی ہو گئے۔ (ابنِ عساکر)

''مستدرکِ حاکم'' میں حضرت خالدؓ بن ولید سے روایت ہے کہ یہ دن میرے لیے بڑا ہی سخت تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لیے استغفار کیجیے اور حضرت عمارؓ سے بھی معافی مانگی۔

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدّیقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو قریب قریب سارے عرب کو فتنۂ ارتداد نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ صدّیق اکبرؓ نے عدیم المثال حوصلے اور استقامت سے اس فتنے کا مقابلہ کیا۔ اس سلسلے میں متعدد خونریز معرکے پیش آئے۔ حضرت عمارؓ نے اکثر معرکوں میں مرتدین کے خلاف دادِ شجاعت دی۔ مسیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ کی لڑائی میں بھی شریک تھے۔ طَبری کا بیان ہے کہ مرتدین کے خلاف تمام لڑائیوں میں یہ سب سے زیادہ سخت لڑائی تھی۔ اس لڑائی میں حضرت عمارؓ نے حیرت انگیز شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ یمامہ کی لڑائی میں حضرت عمارؓ کا ایک کان شہید ہو گیا، جو پاس ہی زمین پر پھڑک رہا تھا لیکن وہ بے پروائی سے حملے پر حملے کر رہے تھے۔ جس طرف رُخ کرتے تھے دشمن کی صفیں ابتر ہو جاتی تھیں۔ ایک موقعے پر مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تو وہ ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو کر للکارے:

''مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگتے ہو، دیکھو میں عمار بن یاسر ہوں، آؤ میری طرف آؤ۔''

ان کی آواز سن کر مسلمانوں کے قدم جم گئے اور انھوں نے حضرت عمارؓ کے ساتھ مل کر اس زور کا حملہ کیا کہ مرتدین کا منہ پھر گیا اور بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ جنگ یمامہ (۱۱ ہجری) کے وقت حضرت عمارؓ کی عمر ۶۵ برس کے قریب تھی لیکن شجاعت اور جانبازی میں وہ جوانوں پر بھی بازی لے گئے۔

۵

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو بہت مانتے تھے اور ان کا بہت اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سردارانِ قریش حضرت ابوسفیانؓ بن حرب، حضرت حارثؓ بن ہشام اور حضرت سہیلؓ بن عمرو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات کے لیے آئے عین اسی وقت حضرت عمارؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ بھی اسی غرض کے لیے کاشانۂ خلافت پر پہنچے۔ امیر المؤمنینؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے پہلے حضرت عمارؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ کو ملاقات کے لیے اندر بلایا اور سردارانِ قریش سے بعد میں ملاقات کی۔ حضرت ابوسفیانؓ نے اسے محسوس کیا اور امیر المؤمنینؓ سے شکوہ کیا کہ غلاموں کو تو فوراً باریاب کیا جاتا ہے اور ہم جو قریش کے سربرآوردہ لوگ ہیں، بیٹھے ہوئے راہ تکتے ہیں۔

امیر المؤمنینؓ نے فرمایا، اس کا جواب آپ لوگوں کو خود اپنے ضمیر سے پوچھنا چاہیے، اسلام نے سب کے ساتھ آپ کو بھی بلایا مگر یہ لوگ آپ پر سبقت لے گئے۔

۲۰ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو کوفہ کا والی (گورنر) بنایا۔ اس موقعے پر انہوں نے اہلِ کوفہ کے نام یہ فرمان بھیجا:

> ''میں تمہارے پاس عمار بن یاسرؓ کو امیر اور ابنِ مسعودؓ کو معلّم و مشیر (وزیر) بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے برگزیدہ ساتھی اور بدر کے مجاہد ہیں۔ ان کی پیروی کرو اور ان کا حکم مانو۔ میں نے عبداللہؓ بن مسعود کو ایثار کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ میں نے انہیں تمہارے خزانہ کا نگران (منتظم و منصرم) بھی بنا دیا ہے اور عثمانؓ بن حنیف کو مغربی عراق کی پیمائش اور لگان بندی کا منتظم مقرر کیا ہے اور تینوں کی رسد کے لیے ایک بکری یومیہ مقرر کی ہے، نصف مع پیٹ عمارؓ کے لیے اور بقیہ ابنِ مسعودؓ اور عثمانؓ کے لیے۔''

حضرت عمارؓ کی امارتِ کوفہ کے زمانہ میں جنگِ نہاوند پیش آئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت کے مطابق حضرت عمارؓ کوفہ سے کمک لے کر نہاوند پہنچے تو اس وقت جنگ ختم ہو چکی تھی اور مسلمان فتح یاب ہو چکے تھے۔ امام بیہقیؒ اور شمس الائمہ سرخسیؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمارؓ نے اپنے ساتھی لشکریوں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ طلب کیا۔ فاتح فوج کے بہت سے آدمی اس پر

برافروختہ ہوگئے۔ انہوں نے کہا، آپ جنگ میں شریک نہیں تھے اس لیے مالِ غنیمت کے مستحق نہیں ہیں۔ ایک بدوی سپاہی تو طیش میں آ کر بدکلامی پر اتر آیا اور بولا، کنکٹے غلام (جنگ یمامہ میں حضرت عمارؓ کا ایک کان کٹ گیا تھا) تم ہمارے مالِ غنیمت میں (جسے ہم نے جنگ کی بھٹی میں جل کر حاصل کیا ہے) شریک ہونا چاہتے ہو۔ حضرت عمارؓ بڑے بردبار تھے انہوں نے کسی سے اُلجھنا مناسب نہ سمجھا البتہ امیر المؤمنینؓ کو شکایتی خط لکھا۔ وہاں سے جواب آیا:

''بلاشبہ مالِ غنیمت ان لوگوں کا حق ہے جو عملاً لڑائی میں شریک ہوں۔''

اسی زمانے میں مسلمانوں کو مدائن میں کسی قبر میں زربفت کے کپڑوں میں لپٹی ہوئی ایک لاش ملی، اس کے پاس بہت سارو پیہ بھی رکھا ہوا تھا۔ کفن اور روپیہ حضرت عمارؓ کے پاس کوفہ لایا گیا۔ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ دونوں چیزوں کو خزانے میں جمع کردوں یا پانے والوں کو دے دوں۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا:

''یہ چیزیں پانے والوں کو دے دو اور ان سے نہ لو۔''

حضرت عمارؓ نے ایک سال نو ماہ تک امارتِ کوفہ کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیے لیکن اسی دوران میں اہلِ کوفہ اور اہل بصرہ کی باہمی منافست اور حضرت عمارؓ کی غیر جانبداری نے اہلِ کوفہ کو ان سے ناراض کردیا۔ ابنِ جریر طبری کا بیان ہے کہ خوزستان کی فتح کے بعد اہلِ بصرہ کی خواہش تھی کہ ماہ یا ماسپندان کا پرگنہ اور کچھ دوسرے مفتوحہ علاقے صوبہ بصرہ سے ملحق کردیے جائیں کیونکہ صوبہ بصرہ کا رقبہ اس کی کثیر آبادی کے اعتبار سے بہت مختصر تھا۔ لیکن اہل کوفہ ان علاقوں کے بصرہ سے الحاق کے خلاف تھے۔ والیِ بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان علاقوں کے بصرہ سے الحاق کے لیے دربارِ خلافت میں تحریک کی تو اہلِ کوفہ نے اپنے والی حضرت عمارؓ پر زور دیا کہ وہ اس تحریک کی مخالفت کریں لیکن حضرت عمارؓ نے اس معاملے میں بالکل غیر جانبداری اختیار کی اور فرمایا۔ ''مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔'' ان کا جواب سن کر کوفہ کے ایک رئیس عطارد نے غضب ناک ہوکر کہا:

''اے کن کٹے پھر تم ہم سے خراج کس بنا پر طلب کرتے ہو۔''

حضرت عمارؓ بہر حال کوفہ کے سب سے بڑے حاکم تھے، چاہتے تو عطارد کو اس گستاخی

پر سزا دے سکتے تھے لیکن انہوں نے بڑے تحمل سے کام لیا اور صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے:

''افسوس تم نے میرے نہایت اچھے اور محبوب کان کو گالی دی۔''

حضرت عمارؓ کی غیر جانبداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ علاقے صوبہ بصرہ میں شامل کردیے گئے۔ اس پر اہلِ کوفہ نے دربارِ خلافت میں حضرت عمارؓ کے خلاف شکایتوں کا طومار باندھ دیا اور بار بار لکھا کہ عمارؓ ایک کمزور امیر ہیں، انہیں سیاست نہیں آتی۔ اس سے پہلے اہل کوفہ حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص کے خلاف شکایتیں بھیج کر انہیں معزول کرا چکے تھے۔ علّامہ بلاذریؒ نے ''فتوح البلدان'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو اہلِ کوفہ کے طرزِ عمل پر افسوس ہوا اور انہوں نے فرمایا:

''اہل کوفہ کی طرف سے مجھ کو معذور رکھنے والا کون ہے اگر میں ان پر قوی کو حاکم بناتا ہوں تو یہ اس سے سرکشی کرتے ہیں اور اگر کسی ضعیف کو ان کا امیر بناتا ہوں تو یہ اس کی تحقیر کرتے ہیں۔''

تاہم انہوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو کوفہ کا والی بنا دیا۔

ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ معزولی کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمارؓ سے پوچھا، ''تم معزولی کے حکم سے ناراض تو نہیں ہوئے؟'' حضرت عمارؓ نے جواب دیا ''آپ پوچھتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ میں نہ تو اس منصب پر اپنے تقرر سے خوش تھا اور نہ اب اپنی معزولی سے ناخوش ہوں۔

۶

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہدِ خلافت کے نصفِ ثانی میں ملک میں فتنوں نے سر اٹھایا تو ۳۵ھ میں امیر المؤمنینؓ نے شورش کے اسباب معلوم کرنے کے لیے ایک تحقیقی جماعت مقرر کی، جس کے ایک رکن حضرت عمارؓ بھی تھے۔ اس جماعت کو فتنہ پردازی کے اصل مرکز مصر بھیجا گیا۔ تحقیق جماعت کے دوسرے ارکان تو جلد واپس آ گئے اور اپنے متعلقہ علاقوں کی صورتِ حالات سے امیر المؤمنینؓ کو آگاہ کر دیا لیکن حضرت عمارؓ کی واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ جب ایک عرصے کے بعد وہاں سے واپس مدینہ منورہ آئے تو انقلاب پسند گروہ کے بعض

مطالبوں اور شکایتوں کی کھلے عام تائید کی۔ اسی بنا پر انہیں ایک مرتبہ سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ مولانا حاجی معین الدین ندوی مرحوم نے ''سیر الصحابہ'' میں لکھا ہے:

''ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے غلاموں نے ان کو (حضرت عمارؓ کو) اس قدر مارا کہ تمام جسم ورم کر گیا۔ شکم میں خراش آ گئی اور پسلی کی ایک ہڈی کو سخت صدمہ پہنچا۔ بنی مخزوم نے جن سے جاہلیت میں حلف وموالات کا تعلق تھا، یہ سن کر کاشانۂ خلافت کو گھیر لیا اور دھمکی دی کہ اگر عمارؓ بن یاسرؓ اس صدمہ سے جانبر نہ ہوئے تو ہم ضرور انتقام لیں گے۔''

(سیر الصحابہ جلد دوم ترجمہ حضرت عمار بن یاسرؓ بحوالہ الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۳۴ لابن عبدالبرؒ)

اگر یہ روایت درست ہے تو باور کرنا چاہیے کہ جو کچھ ہوا، امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے علم اور ایمان کے بغیر ہوا کیونکہ وہ اس قدر نیک طینت، حلیم الطبع اور خیر خواہِ امت تھے کہ آخری دم تک اپنے حامیوں کو باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ سلفِ صالحین نے مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے میں کفِ لسان ہی کو بہترین شعار قرار دیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ بعض معاملات میں حضرت عمارؓ کو امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ سے اختلاف تھا۔

خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت عمارؓ نے ان کی پُر جوش حمایت کی اور ان کے دست و بازو ثابت ہوئے۔ جنگِ جمل سے پہلے حضرت علیؓ نے انہیں سیدنا حضرت حسنؓ کے ساتھ کوفہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کی حمایت حاصل کریں۔ کوفہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا رویہ غیر جانبدارانہ تھا جو حضرت حسنؓ اور حضرت عمارؓ کو پسند نہیں تھا۔ وہ جامع کوفہ میں لوگوں کو غیر جانبدار رہنے کی تلقین فرما رہے تھے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت عمارؓ وہاں پہنچ گئے۔ حضرت حسنؓ حضرت ابوموسیٰؓ کو پیچھے ہٹا کر منبر پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو اپنی حمایت پر آمادہ کرنے کے لیے ایک پُر جوش تقریر کی۔ حضرت عمارؓ بھی ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گئے اور تقریر کرتے ہوئے کہا:

''لوگو! میں جانتا ہوں کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہؓ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی حرم محترم ہیں لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لے رہا ہے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرتے ہو یا حضرت عائشہؓ کی؟''

کوفہ کے ایک صاحب اثر صحابی حضرت حجرؓ بن عدی نے حضرت عمارؓ کی پُر زور تائید کی۔اس طرح کوفہ کے تقریباً دس ہزار آدمی حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے حضرت عمارؓ کے ساتھ ہو گئے۔

جنگِ جمل کا آغاز ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ کو میسرہ کا افسر بنایا چونکہ انہیں حضرت علیؓ کے برسرِ حق ہونے کا پورا یقین تھا اس لیے غیر معمولی جوش اور ثابت قدمی سے لڑے یہاں تک کہ حضرت علیؓ کو فتح ہوئی۔ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ٣٦ھ کا ہے۔

(۷)

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے گئے یہاں تک کہ صفین کی لڑائی چھڑ گئی۔ اس لڑائی میں بھی حضرت عمارؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے پر جوش حصہ لیا۔ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ ''جب وہ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو کر میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے تو بار بار کہتے جاتے تھے الٰہی اگر میں جانتا کہ پہاڑ سے کود کر، پانی میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر جان دینا تیری خوشنودی کا باعث ہوگا تو میں ہر طریقے سے تجھے خوش کرتا۔ اب میں لڑنے جا رہا ہوں تو اس میں بھی تیری رضا جوئی مقصود ہے، امید ہے کہ تو اس مقصد میں مجھے ناکام نہ کرے گا۔'' اس وقت ان کی عمر نوّے برس سے اوپر تھی (باختلافِ روایت اکانوے، ترانوے یا چورانوے برس)۔لیکن جوش و جذبہ سے سرشار تھے اور قویٰ مضبوط تھے اس لیے جنگ میں محیر العقول شجاعت و مردانگی دکھائی۔ جس طرف رخ کرتے تھے، صفیں درہم برہم ہو جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ اثنائے جنگ میں امیر معاویہؓ کے علم بردار حضرت عمروؓ بن العاص پر نظر پڑی تو جوشِ غضب سے بے قرار ہو گئے اور زبان پر یہ الفاظ آ گئے:

> ''میں اس علم بردار سے تین بار رسول اللہ علیہ کی ہمرکابی میں لڑ چکا ہوں۔ اب چوتھی بار اس کا سامنا کر رہا ہوں۔ واللہ اگر وہ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک بھی پیچھے دھکیل دیں تو پھر بھی میں یہی سمجھوں گا کہ ہم حق پر ہیں اور وہ غلطی پر۔''

ایک دن شام کے وقت جب سورج غروب ہو رہا تھا اور لڑائی پوری شدّت سے جاری تھی، حضرت عمارؓ نے دودھ کے چند گھونٹ پیے اور فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری گھونٹ جو تم پیو گے، دودھ کا ہوگا۔''

یہ فرما کر غنیم پر شیر کی طرح حملہ آور ہوئے اس وقت زبان پر یہ رجز جاری تھا:

''آج میں دوستوں سے ملوں گا آج میں اپنے محبوب محمد ﷺ اور آپؐ کی جماعت سے ملوں گا۔''

حضرت ہاشمؓ بن عتبہ نے حضرت علیؓ کا علم اٹھا رکھا تھا ان پر نظر پڑی تو کہا:

''اے ہاشم، آگے بڑھو، جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے اور موت نیزوں کے کناروں پر۔ جنت کے دروازے کھولے جا چکے ہیں اور حورانِ بہشتی مزّین ہو چکی ہیں۔''

پھر اس بے جگری سے لڑے کہ شامی فوج کے پرے کے پرے صاف کر دیے۔ بالآخر ایک شامی سپاہی نے انہیں اپنے نیزے سے مجروح کر کے زمین پر گرا دیا اور ایک شامی نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہ رَاجِعُوْن۔

علامہ ابن اثیرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمارؓ کے شہید ہونے کی خبر امیر معاویہؓ کو پہنچائی گئی تو اس وقت ان کے پاس حضرت عمرؓ بن العاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بھی موجود تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے حضرت معاویہؓ اور اپنے والد کو رسولِ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد دلایا کہ عمارؓ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:

''کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے؟ ان کو تو اس نے قتل کیا جو انہیں میدانِ جنگ میں لایا۔''

ان کا اشارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی طرف تھا، جن کی حمایت میں لڑتے ہوئے حضرت عمارؓ نے شہادت پائی تھی۔

ابنِ اثیرؒ نے ''اُسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے حضرت عمروؓ بن العاص کے پاس آئے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ عمارؓ کو میں نے قتل کیا ہے (اس لیے انعام کا مستحق ہوں)۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے فرمایا، خدا کی قسم یہ دونوں دوزخ کے لیے جھگڑ رہے ہیں واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا۔''

ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے پیش آیا۔ جب حضرت

عمروؓ بن العاص نے کہا کہ یہ دونوں (حضرت عمار کا قاتل ہونے کا دعویٰ کرنے والے) جہنم کے لیے جھگڑ رہے ہیں تو امیر معاویہؓ نے برہم ہو کر کہا:

''عمرو تم کیا کہہ رہے ہو، جو لوگ ہماری خاطر جانیں قربان کر رہے ہیں تم ان کو ایسا کہتے ہو۔''

حضرت عمروؓ بن العاص نے فرمایا۔ ''خدا کی قسم ایسا ہی ہے کاش آج سے بیس برس پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی۔''

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد بعض غیر جانبدار صحابۂ کرامؓ بھی حضرت علیؓ کے طرفدار ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت عمارؓ کی شہادت کی خبر سنی تو اشک بار ہو گئے۔ جب ان کی خون آغشتہ نعش میدانِ جنگ سے اٹھا کر لائی گئی تو شیرِ خداؓ نے اس کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا:

''اللہ نے عمار پر رحم کیا، جس دن وہ ایمان لائے، اللہ نے عمار پر رحم کیا، جس دن وہ شہید ہوئے، اللہ ان پر رحم فرمائے گا، جس دن وہ اٹھائے جائیں گے میں نے ان کو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا تھا جب صرف چار یا پانچ صحابہ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا۔ قدیم صحابہ میں سے کسی کو ان کی مغفرت میں شک نہیں ہو سکتا۔ عمارؓ اور حق لازم و ملزوم تھے اس لیے ان کا قاتل یقیناً جہنمی ہوگا۔''

اس کے بعد خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور رحمتِ عالم ﷺ کے اس عظیم المرتبت جاں نثار کو ارضِ کوفہ میں سپردِ خاک کر دیا۔

۲

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ طویل مدت تک نبوت کے سرچشمۂ فیض سے براہِ راست سیراب ہوئے تھے اس لیے علم و فضل کے اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتے تھے لیکن وہ بہت کم گو اور روایتِ حدیث میں بے حد محتاط تھے۔ یہی سبب ہے کہ ان سے صرف ۶۲ احادیث مروی ہیں اور ان کا شمار راویانِ حدیث صحابہ کے طبقۂ چہارم میں ہوتا ہے۔

حضرت عمارؓ کے صحیفۂ حیات میں سبقت الیٰ الاسلام، جفاکشی، صبرو استقامت حُبِّ رسول، شوقِ جہاد، زہدو ورع، شغفِ عبادت، حلم وتحمل، سادگی، تواضع اور انکسار سب سے روشن ابواب ہیں۔

انہوں نے دعوتِ حق پر اس وقت لبیک کہا جب ایسا کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا، راہِ حق میں ان پر جو لرزہ خیز مظالم ڈھائے گئے ان کا حال پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ سے اس قدر عقیدت اور محبت تھی کہ ہر وقت آپؐ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کے جذبۂ فدویت کی بنا پر حضورؐ بھی ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غزوۂ بدر میں ابوجہل مارا گیا تو آپؐ نے حضرت عمارؓ کو بلا کر فرمایا:

''اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل کو قتل کر دیا (یعنی اس سے اس کی شقاوت کا بدلہ لے لیا)۔''

شوقِ جہاد کی یہ کیفیت تھی کہ راہِ حق میں ہر وقت سر بکف رہتے تھے۔ عہد رسالت کے تمام غزوات میں سرفروشانہ شریک ہوئے، صدّیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں مرتدین کے خلاف سردھڑ کی بازی لگا دی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے شام اور ایران کے بعض معرکوں میں بھی دادِ شجاعت دی۔

زہد و ورع اور شغفِ عبادت میں ان کی ذات مثالی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ حرام تو حرام مشتبہات تک سے اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیتے تھے، خود سرورِ عالم ﷺ نے ایک مرتبہ انہیں ''طیب المطیب'' کے لقب سے نوازا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ عمار کے اندر ہڈیوں تک ایمان بھرا ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، عمار سر سے لے کر پاؤں تک ایمان سے پُر ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بے شک جنت ان چار آدمیوں کے لیے مشتاق ہے، عمارؓ، علیؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ۔

نمازِ پنج گانہ پابندی سے ادا کرنے کے علاوہ حضرت عمارؓ رات بھر نماز اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی یہ آیت حضرت عمارؓ کی شان میں ہی نازل ہوئی ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ (سورہ الزّمر:۹)

(بھلا مشرک اچھا ہے یا) وہ جو رات کے وقت زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

معذوری کی حالت میں بھی نماز قضا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حالتِ سفر میں غسل کی حاجت ہوگئی، پانی میسر نہیں تھا اس لیے سارے جسم پر خاک مل کر نماز پڑھ لی۔ مدینہ منورہ واپس آ کر حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا، ''ایسی حالت میں بھی صرف تیمّم کافی تھا۔'' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں خود حضرت عمارؓ کی زبانی یہ واقعہ اس طرح منقول ہے:

''ایک شخص حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں آیا اور اس نے مسئلہ پوچھا کہ مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور پانی مجھے ملا نہیں (تو کیا کروں)۔

میں نے (یعنی حضرت عمار نے جو وہاں موجود تھے) حضرت عمرؓ سے کہا، کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دفعہ میں اور آپ سفر میں تھے (اور ہم دونوں کو غسل کی حاجت ہوگئی تھی) تو آپ نے اس حالت میں نماز نہیں پڑھی۔ اور میں نے یہ کیا کہ میں زمین پر خوب لوٹا پوٹا (کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ جنابت والا تیمّم بھی غسل کی طرح سارے جسم کا ہوتا ہوگا) تو جب ہم سفر سے واپس آئے تو میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ (زمین پر سارے جسم کو لوٹ پوٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی) تمہارے لیے بس اتنا کرنا کافی تھا۔ یہ فرما کر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان کو پھونکا (تاکہ جو خاک دھول لگی ہو وہ اُڑ جائے) پھر آپؐ نے ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر پھیر لیا۔''

جمعۃ المبارک کے دن خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھ کر بالعموم سورۂ یٰسین کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ خطبہ اگرچہ مختصر ہوتا تھا لیکن نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا اور اختصار میں بھی جامعیت ہوتی تھی۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خطبہ کے اختصار پر اعتراض کیا تو فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز کو طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی نشانی ہے۔''

مزاج میں بے حد سادگی، قناعت اور تواضع تھی۔ ساری عمر کوئی مکان نہیں بنایا۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اپنا مکان بنوایا اور انہیں دکھانے کے لیے لے گئے تو فرمایا۔
''سخت چیز بنائی اور لمبی امید کی۔''

عہدِ فاروقی میں کوفہ کے امیر تھے لیکن ضرورت کی سب چیزیں خود بازار جا کر خریدتے، باندھتے اور پھر اپنی پشت یا کندھے پر اٹھا کر لاتے تھے گھر کا دوسرا کام کاج بھی اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ وہ معذور لوگوں کا سودا سلف بھی خرید کر خود ان کے گھر پہنچا دیا کرتے تھے۔ لباس بھی بے حد سادہ ہوتا تھا، پھٹ جاتا تو اس میں پیوند لگانے میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔

نہایت بردبار اور متحمل مزاج تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے ''اے کان کٹے'' کہہ کر ان کو غصہ دلانا چاہا۔ انہوں نے نہایت نرمی سے جواب دیا:

> ''اے عمدہ کان والے، مجھے کیوں عار دلا رہے ہو، میرا یہ کان تو اللہ کی راہ میں کاٹا گیا ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بڑی محبت تھی۔ ان کی شان میں کسی کے منہ سے کوئی ناملائم کلمہ نہ سن سکتے تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر اڑ جاتے تھے اور کسی خطرے اور مصیبت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ہر کام میں ان کی نیت یہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔ دنیوی منفعت کو انہوں نے کبھی اپنا مطمحِ نظر نہیں بنایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ